At-Turas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیکی کا ترجمان ہے مجلّہ التراث

دل میرا، میری جاں ہے مجلّہ التراث
اک تحفہِ گراں ہے مجلّہ التراث
اک علمی آسماں ہے مجلّہ التراث
اک ادبی کہکشاں ہے مجلّہ التراث
جس راہ پر رضائے الٰہی ہے ساتھ ساتھ
اس راہ پر رواں ہے مجلّہ التراث
جو خوبیوں کو چاہتے ہیں بزمِ دہر میں
آج ان کے برزباں ہے مجلّہ التراث
گلہائے رنگارنگ سے روشن ورق ورق ہے
اک ایسا گلستاں ہے مجلّہ التراث
اس ترجماں کو رکھ لو اپنے مطالعے میں
نیکی کا ترجماں ہے مجلّہ التراث
ہر شخص جس سے کرتا ہے اب اکتسابِ فیض
وہ چشمہِ رواں ہے مجلّہ التراث

رستم عثمانی

نگاہِ اولین

دشمنانِ دین وملت سے محتاط رہنے کی ضرورت

مدیرالتحریر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ساڑھے پانچ صدیاں بعد عرب میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ روئے زمین پر رب العالمین کی آخری رسالت لے کر تشریف لائے۔ آپ نے قدیم دور کی جاہلانہ زندگی کو 'عقیدۂ توحید' کے زور سے ختم کر کے انسانیت میں علم وعمل اور حسن سیرت وکردار کی روح پھونکی۔ ابتدا میں شدید ترین مشکلات کا سامنا ہوا؛ لیکن رفتہ رفتہ سلیم الفطرت لوگ چشم بینا سے انقلابی اقدامات کو دیکھ کر جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوئے۔

سماجی اور معاشرتی میدان میں دین اسلام نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے، ان میں دورِ جاہلیت اور دورِ اسلام کا نمایاں فرق انسانیت کو کلمہ طیبہ کی مستحکم بنیاد پر متفق ومتحد اور منظم کرنا سرِ فہرست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا بطور خاص تذکرہ فرماتے ہوئے دونوں ادوار کا واضح نقشہ اس طرح کھینچا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَّكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○﴾ [آل عمران۱۰۳] ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور فرقہ بندی مت کرو، اور اللہ پاک کی اس نعمت کو یاد رکھو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اسی نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی جس سے تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔ اور (آپس کی عداوت کے دور میں) تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، پھر اسی نے تمہیں نجات عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہیں اپنی آیات بیان فرماتا ہے، تاکہ تم ہدایت پائیں۔'' اس آیت کریمہ میں ''اللہ کی رسی'' کو مضبوطی سے تھام رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد قرآن مجید اور سنت نبوی ہے۔ اور ''فرقہ بندی سے بچنے'' کا حکم دیا گیا ہے؛ اس کا راستہ کتاب وسنت کی پابندی کے علاوہ کچھ نہیں ہوسکتا۔

اس پرفتن دور میں بھی مسلمانوں کے دینی اقدار کا مثبت پہلو یہ ہے کہ کلمہ طیبہ ''لا إلٰـہ إلا اللّٰہ محمدٌ رَّسولُ اللّٰہِ'' پر اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو معبودِ برحق تسلیم کیا ہے' تو صرف اُسی کی عبادت کریں اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کیا ہے' تو اللہ کی بندگی کے لیے

اسی کے ''اسوہ حسنہ'' کی پابندی کریں۔اس کے سوا کسی اور طریقے سے فرقہ بندی کا خاتمہ ممکن نہیں۔

کسی اور راستے سے مسلمانوں کے درمیان ''اتحاد و اتفاق'' قائم کرنے کی کوشش کی جائے تو ایسا اتفاق ریت کی دیوار ثابت ہوگا۔اسلامی حکومت پر بھی لازم ہے کہ صرف ان عبادات کی سرپرستی کرے جو رسول اللہ ﷺ نے انجام دیے اور اس کا حکم فرمایا۔جن جن مبارک عبادات پر محمد مصطفیٰ ﷺ کی مہر رسالت ثبت ہے، وہ انتشار اور دہشت گردی کا سبب نہیں بنتی ہیں۔

اتباع کتاب وسنت کی برکت سے ہی مسلمانوں کے آپس میں وہ پاکیزہ تعلق قائم ہو جائے گا، جس کی تلقین اللہ رب العزت نے فرمائی ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات ١٠] ''اہل ایمان ہی آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس تم اپنے بھائیوں کے مابین اصلاح کیا کرو۔'' اس ''اصلاح'' کی نوعیت اس طرح بیان فرمائی: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾[التوبة ٧١] ''ایماندار مرد اور ایماندار خواتین آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو بھلائی کی تلقین کرتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ ادا کرتے ہیں اور سب اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔''

اسی خیر خواہی کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ [المائدة ٢] ''اور نیکی و پرہیزگاری کے امور میں ایک دوسرے سے بھرپور تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی کے مواقع پر ایک دوسرے سے بالکل تعاون مت کرو، اور ہر دم اللہ کا خوف رکھو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

اتباع کتاب وسنت کے ذریعے ''اسلامی اخوت'' کا مظاہرہ کرکے اصحاب کرام ﷺ نے ثابت کر دکھایا کہ امت اسلامیہ واقعتاً ایک ہی جسم کی مانند متفق و متحد اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کی شریک ہے؛ جیسے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:''مثلُ المؤمنینَ فی توَادِّهم وتراحمِهم وتعاطفِهم مثل الجسدِ الواحدِ إذا اشتكىٰ منه عضوٌ تداعىٰ له سائرُ الجسدِ بالسهرِ والحمّٰى.''[مسلم ٦٦(٢٥٨٦)] ''اہل ایمان آپس کی محبت، رحمت اور ہمدردی کے لحاظ سے ایک ہی جسم کی مانند ہیں، جب اس کا ایک عضو دکھتا ہے، تو سارا جسم اسی کی فریاد میں بیخوابی اور بخار کا شکار ہو جاتا ہے۔''

کلمہ طیبہ "لا إلٰہ إلّا اللّٰہُ محمدٌ رَّسولُ اللّٰہِ" کا اقرار کرنے والے ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی واحد کتاب ہدایت قرآن مجید اور اس کے افضل ترین و آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات پر غیر متزلزل ایمان لانا ضروری ہے۔ اصحاب کرام ﷺ و اہل بیت عظام ﷺ نے ان تعلیمات پر کار بند رہ کر عملی طور پر دنیا کو امن و امان اور رواداری کا نمونہ دکھا دیا۔

اس مقدس دور میں نہ صرف مسلمان آپس میں سگے بھائیوں کی طرح تھے؛ بلکہ حکم شرعی کے تحت کافروں پر بھی کوئی ظلم و ستم روا نہیں رکھا جاتا تھا۔ ہاں جب اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر ضروری ہوا تو اطاعت الٰہی میں میدانِ کارزار گرم کیا۔ لیکن عام معاشرتی زندگی میں کسی بھی کافر پر ظلم کرنا بالکل حرام قرار دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے پڑوسیوں اور ساتھیوں کے حقوق بیان فرماتے ہوئے ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝﴾ [النساء ٣٦] "اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور والدین سے حسن سلوک کرو اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسیوں، اجنبی پڑوسیوں، قریب رہنے والے ساتھیوں، مسافروں اور اپنے غلاموں سب کے ساتھ اچھا سلوک کرو، یقیناً اللہ پاک اس کو پسند نہیں فرماتا جو تکبر کرنے والا اور بہت زیادہ فخر کرنے والا ہو۔"

اللہ پاک نے اسلامی ملک میں رہنے والے کافروں کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ [الممتحنة ٨-٩] "اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے کافروں سے حسن سلوک کرنے سے منع نہیں فرماتا جنہوں نے دینی اختلاف کی بنا پر تم سے جنگ نہیں لڑی اور تمہیں اپنے گھروں سے نکالا نہیں کہ تم (معاشرتی زندگی میں) ان سے نیکی کا برتاؤ کرو اور ان سے انصاف کا معاملہ کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ اللہ پاک تو تمہیں صرف ایسے کافروں کے بارے میں جنہوں نے دینی اختلاف کی بنیاد پر تم پر جنگ مسلط کی اور تمہیں تمہاری بستیوں سے نکال دیا اور تمہیں نکال دینے میں اپنے آپس میں تعاون کیا، ان کے ساتھ محبت کرنے سے منع فرماتا ہے، اور جو کوئی

ان سے دوستی کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

پہلی قسم ملکی قانون کی پاسداری کرنے والے پرامن کافر ہم وطنوں کی ہے۔ دین اسلام ان کو اپنے مذہبی رسومات ادا کرنے کی آزادی اور معاشرتی معاملات میں مساویانہ حقوق عطا کرتا ہے۔ اور صرف "مذہبی اختلاف" کی بنیاد پر ایسے غیر مسلموں سے بدسلوکی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

دوسری قسم ہمارے دینی وقومی دشمن ہیں، ان سے محبت رکھنا اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہ ہونے کی علامت ہے۔ اس قسم کے دشمنوں کے بارے میں اسلام اپنے ماننے والوں کو واضح اور دوٹوک پالیسی اختیار کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ اور "لبرل ازم" یا "روشن خیالی" کے نام سے ان کے ساتھ دوستی کرنے کو "منافقت" قرار دیتے ہوئے سختی سے منع کرتا ہے۔

دین اسلام کی دعوت دراصل عقل وفہم سے خطاب ہے، جو قلوب واذہان کو قائل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لیے تبلیغ کے راستے میں سختی کی گنجائش نہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۟ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾[البقرة ١٥٦] "دین میں کوئی جبر نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔"

انسان ہونے کے ناطے علم وفہم کا فرق ایک قدرتی امر ہے، اسی لیے بالکل اخلاص کی پیکر ہستیوں میں بھی بعض اوقات فکر ونظر اور فہم وبصیرت میں بہت زیادہ فرق بھی واقع ہو جاتا ہے۔ اصحاب کرام ؓ اور اہل بیت عظام ؓ بھی ان فطری قسم کے اختلافات سے مبرا نہیں تھے۔ لیکن اسلامی تعلیمات کی عطا کردہ وسعتِ ظرفی اور حسن ظن کا سہارا لے کر وہ آپس کے اختلافات کو فرقہ بازی کی بنیاد نہیں بناتے تھے۔ حتی کہ حضرت علی ؓ اور امیر معاویہ ؓ کے مابین افسوسناک وخونریز جنگیں برپا ہوئیں، تب بھی انہوں نے ایک دوسرے کی دین سے وابستگی اور نیت پر کوئی شبہ نہیں کیا۔ بلکہ حضرت علی ؓ نے اپنے خطوط میں واضح فرمایا کہ ہمارا امیر معاویہ ؓ سے اختلاف دینی نہیں، صرف سیاسی نوعیت کا ہے۔ [نهج البلاغة]

اسی لیے بعد میں حضرت امام حسن ؓ نے اس خانہ جنگی کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے نقصاندہ جان کر مصالحت کر لی اور حضرت امام حسین ؓ نے بھی اسی مصالحت کی باقاعدہ پابندی کی۔ امیر معاویہ ؓ کی وفات پر مصالحت ختم ہوئی۔ پھر اہل کوفہ نے دھوکہ دہی اور غداری سے خونچکاں واقعہ کربلا برپا کیا۔

امت اسلامیہ کے مابین اللہ پاک کی قائم کردہ اخوت ومحبت اور بھائی چارے کی مستحکم بنیاد یہ ہے کہ ہم "دین" اور "تاریخ" کے مابین واضح خطِ تفریق کھینچ لیں اور اس میں خلط ملط ہرگز نہ ہونے دیں۔

ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ ابتدائے خلقتِ کائنات سے لے کر آج تک جو کچھ واقع ہوا، وہ تمام ''تاریخ'' ہے۔ اسی طویل اور لگاتار جاری ''تاریخ'' میں سے ایک زرین حصہ ہمارا ''دین'' ہے۔ اس دین کا ''آغاز'' اس وقت ہوا جب حضرت محمد ﷺ غارِحرا سے ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝﴾ [العلق ۱] ''کا حکم الٰہی لے کر تشریف لائے۔ اور ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کے دوران رب العالمین کی جانب سے ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ [المائدۃ ۳] کی ''سندِ تکمیل'' جاری ہوئی۔ اس عرصے میں دین کے بنیادی عقائد، ارکان، عبادات اور معاملات اللہ پاک نے اپنے افضل ترین پیغمبر ﷺ کے ذریعے قولاً وعملاً امت کو سکھلا دیے، بس یہی ''مکمل اسلام'' ہے۔

اسی ''دین اسلام'' پر یقین میں پختگی اور عمل میں اخلاص، جد و جہد اور سرفروشی کے حساب سے بندوں کو ''صدیق، شہید، صالح، ولی اللہ، مؤمن، متقی'' وغیرہ اعزازی القاب اور اللہ پاک کے ہاں بلند، بلندتر اور بلندترین درجات نصیب ہوتے ہیں۔ مسلمانانِ عالم کے لیے دنیا میں اتفاق واتحاد اور عظمت رفتہ کی بحالی کا اور قیامت میں نجات وکامیابی کا واحد راستہ یہی ہے کہ اسی ''دین'' پر دل وجان سے عمل کریں۔ اور ''تکمیل دین'' کے بعد پیش آنے والے ہر اچھے برے واقعے کو ''تاریخ'' ہی رہنے دیں، جن کے ذریعے ہم اپنی معلومات میں اضافہ کریں۔ ہاں ان تاریخی معلومات میں علمی دلائل اور تاریخی حوالے سے متعلق بحث ومباحثہ ان قیمتی معلومات کو یاد رکھنے اور رکھوانے کے لیے مفید ہوگا۔

لیکن یہ نہایت ضروری ہے کہ ''تاریخ'' میں سے بعض امور کو ''دین'' بنانے کا اختیار کسی بھی حکمران، امام، فقیہ، عالم، سکالر اور مجتہد کو بالکل نہ دیں۔ اسی صورت میں مسلمان اپنی عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر کے امن واخوت اور بھائی چارگی کی معطر فضا سے روئے زمین کو جنت نظیر بنا سکیں گے۔

یوم عاشورہ ''تاریخ'' میں اہل اسلام کے لیے فتح ونصرت اور کامیابی وکامرانی کا یادگار دن رہا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں قریش اس دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ [بخاری ح:۱۵۹۲، مسلم ح:۱۱۳(۱۱۲۵)] رسول اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں کو بھی عاشورۂ محرم کا روزہ اہتمام سے رکھتے ہوئے پایا۔ معلوم ہوا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں بنی اسرائیل کو ظالم بادشاہ فرعون کے پنجۂ استبداد سے نجات ملی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم تم لوگوں سے بڑھ کر حضرت موسیٰ

علیہ السلام سے قربت وعقیدت رکھتے ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے اس ''تاریخ'' میں سے یوم عاشورہ کے روزے کو ''دین'' بنایا۔ یعنی خود روزہ رکھا اور امت کو بھی تلقین فرمائی۔ [بخاری ح:٢٠٠٤، مسلم ح:١٢٧(١١٣٠)]

کلمہ طیبہ کی پاسداری کا تقاضا ہے کہ ہم اس سنت نبوی کے مطابق ''یوم عاشورہ کا روزہ'' رکھیں۔

٦٠-٦١ھ میں کوفہ کے بیوفاؤں نے محبت اہل بیت کا منافقانہ دعویٰ کر کے فرزندِ رسالت مآب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بار بار تاکید سے بلا بھیجا؛ پھر ''ابن زیاد! قدم بڑھاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں'' کا نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے میدان کربلا میں اہل بیت نبوت پر ٹوٹ پڑے۔ یہ بلاشبہ ہماری ''تاریخ'' کا نہایت افسوسناک حصہ ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس دن جو کچھ کیا، ہمیں قیامت تک صرف وہی کام کرنا چاہیے۔ اس ''تاریخ'' کو ''دین'' بنانے کے نتیجے میں امت اسلامیہ میں فرقہ بندی نے فروغ پائی۔ اسی طرح دیگر فرقوں نے بھی مختلف ''تاریخی واقعات'' اور ''شخصیات'' کو ''دین'' بنا رکھا ہے۔ جس کے نتیجے میں امت مسلمہ مختلف اور متضاد فرقوں میں بٹی ہوئی ہے۔

کربلا کے اس خونچکاں ''تاریخی واقعے'' کو ''دین'' بنانے کا سہرا کسی امام اہل بیتؒ، صحابیؓ، تابعیؒ یا تبع تابعیؒ کے سر نہیں ہے۔ پورے تین صدیوں تک یہ واقعہ ''تاریخ'' ہی رہا۔ یکا یک محرم ٣٥٢ھ 963ء میں بادشاہ معز الدولہ احمد بن بویہ (ت ٣٥٦ھ) کو نمبر سازی کی ایک انوکھی ترکیب سوجھی، اس نے عاشورے کے دن ماتمی جلوس نکالنے کا حکم جاری کردیا۔ [البداية والنهاية، تاريخ الإسلام للذهبی وغیرہ]

اگر امت مسلمہ کا ہر فرقہ اس ''شاہی حکم'' کو ٹھکرا کر ''نبوی حکم'' کے مطابق عاشورہ کے دن صرف روزہ رکھنے کا اہتمام کر لیتا' تو امت کے حکمرانوں اور عوام میں ''ماہ محرم'' کی آمد سے کوئی ایسی سراسیمگی نہ پھیلتی، جس کی خاطر ''امن کمیٹیاں''، ''سکیورٹی کا فل انتظام''، ''فوج کو ہائی الرٹ رہنے کا حکم'' وغیرہ کی نوبت آئے۔ ہر قسم کا ''ضابطہ اخلاق'' بنانے کے باوجود اسلام دشمن ممالک کے ایجنٹوں کو ایسا موقع نہ ملتا کہ وہ مسلمان فرقوں کے بعض افراد کو اپنے مقاصد کے لیے کھلونا بنائیں۔

یہ مواقع ''تاریخ'' کو ''دین'' بنانے کی پاداش میں ہمارے دین وملت کے دشمنوں نے بارہا اور بکثرت حاصل کیے ہیں؛ جن میں سے عاشورہ محرم ١٤٣٥ھ کو راجہ بازار راولپنڈی کا سانحہ یک طرفہ اور انتہائی اندوہناک تھا۔ جس میں حفاظ قرآن کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح شہید کیا گیا، شہداء کی اصل تعداد بھی